حکومت سعودی عرب اور انسانی حقوق کا تحفظ

از : ڈاکٹر مقتدی حسن یاسین ازہری حفظہ اللہ تعالی

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو جن نیک کاموں کا حکم دیا ہے ان میں ایک کام عدل و انصاف کا ہے، قرآن یہ چاہتا ہے کہ مسلمان ہرموڑ پر عدل و انصاف سے کام لیں۔ اپنے اور بیگانے، دوست اور دشمن مسلم اور غیر مسلم کسی کا بھی کوئی معاملہ ہو اس میں انصاف کے علاوہ کوئی دوسری راہ اختیار نہ کریں۔ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸ کے ترجمہ پر غور فرمائیے، اللہ تعالی فرماتا ہے : (اے مسلمانو ! اللہ کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دو، کسی قوم کے ساتھ تمہاری دشمنی تمہیں عدل سے باز نہ رکھے، عدل کرو، یہ تقوی سے قریب تر ہے، اور اللہ سے ڈرو، اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔)

قرآن کے اس واضح حکم کے باوجود مسلمانوں میں ایسے لوگ ملتے ہیں جو دوستی یا دشمنی کی وجہ سے انصاف کی راہ چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور بے جا حمایت یا مخالفت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

سعودی عرب کی حکومت کے ساتھ بعض ہوا پرستوں کا یہی معاملہ ہے، چونکہ اس حکومت کے دینی اصلاحی کام اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے پروگرام ان کو اچھے نہیں لگتے اس لئے وہ اس حکومت کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اس طرح کے نکتہ چیں اور عیب جو مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں میں پائے جاتے ہیں، لیکن سعودی حکومت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اس طرح کی مخالفتوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے تعمیری و اصلاحی پروگراموں کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ دشمنوں کی مخالفت اس طرح کے پروگراموں کی تکمیل کے بعد خود بخود ختم ہو جائے گی۔ یہ فکر بحد صائب ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حرم مکی و حرم مدنی کے سلسلہ میں بھی اس حکومت پر بعض اعتراضات کئے جاتے تھے، لیکن خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ تعالی کی غیر معمولی توجہ اور بذل و انفاق سے جب مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر کا غیر معمولی کام اللہ تعالی نے انجام تک پہونچا دیا تو آج سبھی لوگ اس عظیم خدمت پر خادم حرمین ایدہ اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ موصوف نے اپنی حکومت اور اپنے ملک کی عظیم روایات کے شایان شان خدمت انجام دی ہے" اس پر اللہ تعالی انہیں اجر

جزیل سے نوازے گا اور ان کی حکومت کو قوت اور مقبولیت عطا فرمائے گا۔

سعودی حکومت اپنے قلمرو میں اسلامی قوانین و حدود کی تنفیذ کرتی ہے، اسے بھی مغربی پریس اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں اپنے جارحانہ تبصرے شائع کرتا رہتا ہے۔ مغرب میں انسانی حقوق کی نام نہاد تحفظ کی جو تنظیمیں کام کر رہی ہیں ان کے خیال کے مطابق اسلامی حدود کی تنفیذ انسانیت کے خلاف ہے، اسلام پر یہ اعتراض قدیم ہے، اور علماء نے اس کا معقول و مدلل جواب دیا ہے۔ جدید دور کے مصری عالم شیخ عبدالقادر عودہ نے "التشریع الجنائی فی الاسلام" کے نام سے مستقل کتاب لکھ کر مخالفین کے اعتراضات کی قلعی کھولی ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ دور جسے اپنی ترقی و تمدن کا زعم ہے اب تک کوئی ایسا قانون سامنے نہ لا سکا جس سے جرائم کے خاتمہ میں کوئی مدد مل سکے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، انکے شاگرد رشید علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ اسلام کی تحریروں میں بھی اس نوعیت کے اعتراضات کے مکمل جوابات موجود ہیں، اور ان تمام تحریروں کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی حدود کی تنفیذ ہی کے ذریعہ انسانی معاشرہ امن و آشتی کی نعمت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، اور جو لوگ ان حدود پر اعتراض کرتے ہیں اور انھیں انسانیت کی پامالی تصور کرتے ہیں ان کا ذہن بیمار اور نظر کوتاہ ہے۔ سعودی حکومت میں امن و امان کی صورت حال پر جو کتابیں اور رپورٹیں شائع ہوئی ہیں ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جرائم کا انسداد اور معاشرہ کے امن و سلامتی کا تحفظ ان حدود کی تنفیذ سے کس طرح کامیابی کے ساتھ پورا ہوتا ہے۔ ہم موضوع کے اس پہلو پر فی الحال کچھ عرض کرنا نہیں چاہتے، بلکہ ہمارے سامنے سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نایف بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو کا وہ حصہ ہے جس میں موصوف نے اس پہلو پر گفتگو کی ہے، اور اسے سعودی عرب کے روزنامہ "الیوم" نے اپنی ۱۵ / مئی ۹۳ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔ انٹرویو کرنے والے شخص نے حقوق انسانی کی مغربی تنظیموں کے اعتراضات ہی کے پس منظر میں شہزادہ موصوف سے سوال کیا کہ مغربی ذرائع ابلاغ سعودی عرب میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق جو باتیں نشر کرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

شہزادہ نایف نے جواب میں فرمایا کہ: ایک مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے میں دنیا میں حقوق انسانی کے تحفظ کا دعوی کرنے والی تنظیموں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بوسنیا ہرزے گووینا کے مسلم باشندوں کے ساتھ جو انسانیت سوز برتاؤ ہو رہا ہے، اور ادیان سماویہ کی تعلیمات کو جس طرح پامال کیا جا رہا ہے، اور دنیا کی حکومتیں اور حقوق انسانی کی تنظیمیں جس بے بسی بلکہ بے رخی کا مظاہرہ کر رہی ہیں اس کے پیش نظر انسانیت اور انسانی حقوق کے تحفظ کے دعوے کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ کچھ حکومتیں اور تنظیمیں رپوٹیں اور اپیلیں شائع کرتی ہیں اور بعض حکومتوں اور تحریکوں پر اعتراض

کرتی ہیں، لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اس تمہید کے بعد میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سعودی عرب میں ہمارا اسلامی عقیدہ کے مطابق کسی بھی معاشرہ اور حکومت کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طور پر انسانی حقوق کا احترام و تحفظ کیا جاتا ہے، ہم کتاب وسنت کی تعلیمات کو نافذ کرتے ہیں، اور کسی بھی شخص پر کسی بھی طرح کی زیادتی نہیں کرتے، نہ کسی فرد یا ادارے کو اس بات کا موقع دیتے ہیں کہ وہ کسی پر زیادتی کرے، ہمارے ملک میں "سیاسی قیدی" نام کی کوئی چیز نہیں، میں ایک وزیر داخلہ کی حیثیت سے اللہ تعالی کے سامنے اور اس ملک کے ولی امر اور حاکم نیز سعودی، عربی اور اسلامی معاشرہ کے سامنے ہر طرح کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ہم پورے طور پر انسانی حقوق کا احترام کرتے ہیں، اور تحقیق و تفتیش میں کسی آدمی کے ساتھ جسمانی یا ذہنی بدسلوکی روا نہیں رکھتے، بلکہ حقیقت حال کو سمجھنے کے لئے انسانی دائرہ میں مناسب اقدام کرتے ہیں، ہمارے ملک میں تحقیق کے نام پر انسانی اذیت رسانی کا سلسلہ قطعا نہیں ہے۔

مشرق وسطی ٹیلی ویژن کے نمائندے نے جب شہزادہ نایف سے دہشت گردی و انتہا پسندی سے متعلق سوال کیا تو موصوف نے جواب میں فرمایا کہ: ہم عرب دنیا اور اسی طرح پوری دنیا میں موجود انتہا پسندی کی مذمت کرتے ہیں، مغربی و مشرقی ممالک میں انتہا پسندی کے اسباب مختلف ہیں اور میں کسی دوسرے ملک کے حالات کے بارے میں کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتا، البتہ اپنے ملک کا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انتہا پسندی کی اسلامی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں، ایک مسلمان کبھی انتہا پسند نہیں ہوسکتا۔ اسلامی تعلیم کے مطابق ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ستانا حرام ہے، بلکہ اس مسئلہ میں اسلام کا نقطہ نظر وسیع ہے، چنانچہ اس نے انسانی بنیادوں پر لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کو ضروری قرار دیتے ہوئے جانوروں کے ساتھ بھی نرم برتاؤ کی تاکید کی ہے۔

شہزادہ موصوف نے مزید فرمایا کہ انتہا پسندی اصل میں غلو و زیادتی سے پیدا ہوتی ہے، اور اسلام نے غلو سے روکا ہے، اس تعلیم کی روشنی میں کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اس طرح زیادتی کرنا جیسا کہ آج کے دور میں ہم دیکھ رہے ہیں، بیحد تعجب انگیز ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں دین کی تبلیغ کے سلسلہ میں یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھا طریقہ اور مناسب اسلوب اختیار کریں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے معاملات میں بدرجہ اولی نرم روی اور ملاطفت کی ضرورت ہے۔ قرآن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے کہ اگر آپ سخت دل اور بدخلق ہوتے تو لوگ آپ کو چھوڑ کر علیحدہ ہوجاتے۔ اس آیت میں دراصل مسلمانوں کے لئے یہ تعلیم مضمر ہے کہ انھیں بدخلقی وسخت دلی کے بجائے نرم دلی و خوش خلقی کی راہ اختیار کرنا چاہیئے۔ ایک عرب ملک میں امن و سلامتی کے ذمہ دار کی حیثیت سے میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے یہ

کہنا چاہتا ہوں کہ فتنہ و فساد سے معاشرہ میں دوسری مہلک آفتیں اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اس لئے ہر ایسے کام سے پرہیز ضروری ہے جو فتنہ و فساد کے لئے راہ ہموار کرے۔ یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بے اطمینانی و بدامنی کا نقصان سب سے پہلے اسی ملک کو لاحق ہوتا ہے جہاں بدامنی پیدا ہوتی ہے، تعمیر و ترقی کے کام رک جاتے ہیں، اور عوام غیر یقینی حالات کا شکار ہو جاتے ہیں، ہمارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خلفاء راشدین کا نمونہ ہونا چاہیئے جنہوں نے ہر قیمت پر ملک کے امن و امان کا تحفظ کیا۔

معاشرہ کے امن و امان کی اہمیت، انسانی حقوق کے تحفظ کی ضروریات اور انتہا پسندی و دہشت گردی کی مذمت کی بات چلی ہے تو ۱۴۱۲ھ کے حج میں عرفہ کے دن محترم شیخ عبدالعزیز آل الشیخ کے خطبہ حج کی جانب اشارہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ عرفہ کا یہ تاریخی میدان وہی ہے جہاں آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انسانی حقوق کے اس اسلامی منشور کا اعلان فرمایا تھا جس کی اہمیت و معنویت کی معترف پوری دنیا ہے، اور جس کی برابری کا کوئی دوسرا منشور آج تک دنیا کے سامنے نہ آسکا حالانکہ انسانیت کا دم بھرنے والے بڑے بڑے مصلحین و قانون داں حضرات نے اپنی فکری توانائیاں صرف کیں اور قانونی نکتہ رسی کے ساتھ بہت سے منشور پیش کئے۔ عرفہ کے اسی میدان میں شیخ موصوف نے کھلے لفظوں میں اعلان فرمایا کہ دہشت گردی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، اسلام کبھی طاقت کے بے جا استعمال کی اجازت نہیں دیتا، اور کسی بھی دینی یا دنیوی معاملہ کو وہ زبردستی کے ساتھ حل نہیں کرنا چاہتا اس کی نظر میں معاملات کا حل سلامت روی اور طبعی اطمینان کے ساتھ ہوتا ہے، ظلم و تعدی اور قتل و غارت کسی مسئلہ کو حل کرنے کا اسلامی طریقہ نہیں، اس لئے جو لوگ دہشت گردی کا سہارا لے کر کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے اسلام میں کوئی جواز نہیں، ان لوگوں کو اسلام کا نام نہیں لینا چاہیئے، اس سے دوسروں پر غلط اثر قائم ہو گا۔

دہشت گردی کے سلسلہ میں شیخ موصوف نے اسلامی نقطہ نظر واضح فرمایا تو مغربی دنیا کو اس سے حیرت ہوئی، کیونکہ اہل مغرب لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے تھے کہ اسلام دہشت گردی کا حامی ہے، اور مسلمان اس فعل قبیح کو جائز سمجھتے ہیں، ساتھ ہی ان کو یہ توقع بھی تھی کہ چونکہ مختلف مسلم ممالک میں دہشت گردی کے واقعات سننے میں آتے ہیں اس لئے سعودی عرب کے کسی عالم کی زبانی اس طرح کا صاف اعلان نہیں ہو سکتا۔ اس نوعیت کا تصور غلط فہمی پر مبنی ہے، اسلام میں شہادت حق کا جو معیار ہے اس سے یہ لوگ واقف نہیں ہیں، سعودی امام نے اسی معیار کی پیروی کرتے ہوئے مذکورہ اعلان فرمایا ہے، جب کوئی مسئلہ شریعت سے ثابت ہو جائے تو اس میں کسی فرد، حکومت یا مفاد کا لحاظ بالکل غلط ہے۔

اہل مغرب حقوق انسانی سے متعلق جس اعلی معیار کی بات کرتے ہیں وہ سراسر نظریاتی بات ہے،

عمل کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اسی لئے ان کی مساوات و آزادی کی کوشش بے سود ثابت ہو رہی ہے۔ امریکہ میں سیاہ فام لوگوں کے ساتھ نسلی امتیاز موجود ہے، اسی طرح جنوبی افریقہ کے کالے عوام گورے حاکموں کے ظلم و استبداد کا شکار ہیں، فلسطین کے مظلوم مسلمانوں پر یورپ و امریکہ کی مدد سے اسرائیل نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے، بوسنیا میں پوری بین الاقوامی برادری کی آنکھوں کے تلے ظلم و جور اور وحشت و بربریت کے ڈرامے کھیلے جا رہے ہیں، لیکن کوئی فرد، تنظیم یا حکومت ان ناانصافیوں کو ختم کرانے کے لئے سامنے نہیں آرہی ہے، البتہ جہاں امن و انصاف اور صلح و سکون ہے اس کا کسی نہ کسی انداز سے تذکرہ سامنے لایا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے دور میں بھی اس نوعیت کے حالات کا مشاہدہ کیا تھا اور ایک نظم میں اہل مغرب کے اس دوہرے معیار پر سخت طنز فرمایا تھا، ان کی اس نظم کا عنوان ہے:

"مسولینی اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے"۔

اس نظم کے پہلے ہی شعر میں ایک طنزیہ سوال ہے جس کا ماحصل یہ کہ مسولینی اپنے حریفوں سے پوچھتا ہے کہ تمہارے اور میرے کردار میں جب کوئی بنیادی فرق نہیں تو پھر مجھ پر ناراضگی کا سبب کیا ہے

کیا زمانے سے نرالا ہے مسولینی کا جرم؟ بے محل بگڑا ہے معصومان یورپ کا مزاج

ہمارے دور کی ایک روایت بد یہ بھی ہے کہ یہ اصطلاحات کے پیچھے دوڑتا ہے، اور ظلم کو انصاف کے نام پر قبول کر لیتا ہے، علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو ان دو شعروں میں واضح فرمایا ہے:

میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم   تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج
یہ عجائب شعبدے کس کی ملوکیت کے ہیں   راجدھانی ہے مگر باقی نہ راجہ ہے نہ راج

اہل مغرب نے اس مفروضہ کی بنیاد پر قوموں کو غلام بنایا تھا کہ ان کے پاس علم و حکمت اور تہذیب و تمدن ہے، اور غلام اقوام ان اوصاف سے عاری ہیں، اس لئے اپنا نظام حکومت چلا نہیں سکتیں، لہذا انھیں مہذب دنیا سے استفادہ کی ضرورت ہے، ذیل کے دو شعروں میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے:

تم نے لوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیام
• تم نے لوٹی کشت دہقاں تم نے لوٹے تخت و تاج
پردہ تہذیب میں غارت گری آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج

علامہ اقبال کی اس نظم کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ کسی آمر کی آمریت کے لئے وجہ جواز فراہم کی جائے، بلکہ موصوف صرف اس دوہرے معیار اور خبث و نفاق کی جانب اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس کے نتیجہ میں انسان، اپنے عیب کو ہنر اور دوسروں کے ہنر کو عیب ثابت کرنا چاہتا ہے موجودہ دور کا بحران بھی یہی ہے کہ

انسانیت کے تحفظ اور تہذیب کی ترقی کے نام پر انسانیت سوز حرکتیں کی جاتی ہیں، اور مجبور عوام کو اپنی پالیسیوں اور مفادات کے سامنے جھکایا جاتا ہے، پھر اس نوعیت کے قبیح اعمال کو خوبصورت ناموں اور دل کش اصطلاحات کے پردے میں چھپالیا جاتا ہے، اور جب اس پر بھی تسلی نہیں ہوتی تو ان لوگوں پر زبان طعن دراز کی جاتی ہے جن کا کردار ہمیشہ بے داغ رہا ہے!

علم و حکمت کی ترقی کے اس دور میں کسی ایسے دعوے کی کیا قیمت ہوسکتی ہے جس کے پیچھے عمل کا سرمایہ نہ ہو؟

حقوق انسانی کے تحفظ کے نام پر اہل مغرب نے جتنی بھی تگ و دو کی ہے ان سب کا حاصل انسان دشمنی کی صورت میں سامنے آیا ہے، اور پچھلے چالیس پچاس سال کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مغرب کی طرف سے انسانیت کے ساتھ ہمدردی کا جو اظہار کیا جا رہا ہے وہ اس ڈھول کی آواز کی مانند ہے جو اندر سے خالی ہے، اگر اہل مغرب کو انسانیت کے ساتھ سچی ہمدردی ہوتی تو وہ کبھی بھی ایسے لوگوں کے خلاف زبان نہ کھولتے جو حقیقی معنوں میں انسانیت کے محافظ ہیں اور جن کے پاس پروپیگنڈے کی طاقت تو نہیں البتہ انسانی ہمدردی کے ان کے کارنامے روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ اہل مغرب کو ہم ان کے دعووں میں مخلص اس وقت مان سکتے ہیں جب وہ اپنی نام نہاد انسانی خدمات سے ان لوگوں کو مستفید ہونے کا موقع دیں جو حقیقت میں ان خدمات کے مستحق ہیں۔

چند ماہ پیشتر اسرائیل نے جن چار سو سے زائد پڑھے لکھے اور ہنرمند فلسطینیوں کو ملک بدر کر دیا ہے ان کے لئے مغربی دنیا کیا کر رہی ہے؟

بوسنیا میں مسلم نسل کشی کی جو مہم جاری ہے کیا اس کے خلاف آواز بلند کرنا انسانیت کے مفاد میں نہیں؟

اہل مغرب اس طرح کے مسائل کو حل کئے بغیر دوسروں کو کچھ کہتے ہیں تو اس کی حیثیت مذاق جیسی لگتی ہے، اس لئے انھیں سوچنا چاہیئے کہ دنیا کو کب تک دھوکہ میں رکھیں گے!!

(بشکریہ محدث بنارس)

+++++

دعائے صحت کی اپیل

قارئین سے التماس ہے کہ وہ ہمارے چچا جان صوبیدار ریٹائرڈ شریف احمد صاحب کے لیے (جو کہ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہیں) دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ ان کو اور دیگر تمام بیماروں کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

(دعا گو: حافظ اخلاق احمد کوٹلہ آیمہ)